Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September, 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: July 5, 2025

Justice and Accountability in the Era of Farooq-e-Azam: Hazrat Umar's Practical Model of Self-Accountability toward His Own Family

دورِ فاروقی میں عدل واحتساب: حضرت عمرؓ کا اپنے خاندان پر خود احتسابی کا عملی نمونہ

Dr. Shazia Rashid Abbasi
Lecturer,
Department of Islamiat,
Federal Urdu University of Arts, Science & Technology, Islamabad
Email: drshaziarasheedabbasi@gmail.com

Shafi Muhammad
Ph.D. Research Scholar,
Al-Hamd Islamic University, Islamabad
Email: drqadri511@gmail.com
Mobile: 0333-5394535

Ameer Hamza Sarfraz
M.Phil. Research Scholar
Al-Hamd Islamic University, Islamabad

ABSTRACT

The era of Farooq-e-Azam was a model period of Islamic caliphate, distinguished by timeless values of justice, accountability, and integrity. The caliphate of Hazrat Umar Ibn Al-Khattab (may Allah be pleased with him) is renowned not only for the vast expansion of Islamic conquests, but more importantly for the unique judicial and moral standards established under his rule—standards that hold a remarkable place in human history. Under his leadership, a comprehensive system of justice was implemented for the entire Ummah, and his personal character was so upright and unblemished that even his

OPEN ACCESS

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September, 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: July 5, 2025

own family members—including his sons, brothers, and close relatives—were not considered above the system of accountability. For Hazrat Umar (RA), the foremost principle of governance was that every individual entrusted with public responsibility is equally accountable, without any exceptions. He believed that if a close relative of the Caliph committed a violation of law, granting leniency would not only be unjust but a betrayal of the trust placed in the leadership by the Ummah. This mindset became the foundation of his governance and was reflected in numerous decisions and administrative actions. His period of rule was exceptional in that he never allowed familial relationships to influence state affairs. To him, leadership was not a means for personal or tribal gain but a sacred trust, with every moment subject to accountability before Allah. That is why, even when his own son took a minor advantage from public wealth, Hazrat Umar (RA) held him strictly accountable and ensured that the excess was returned. His approach to governance demonstrated his unwavering belief in equality and the supremacy of law. He frequently wrote to his governors, emphasizing that no one should be given preferential treatment due to their family status or personal ties. His close relatives were subjected to the same standards as the general public—and at times even stricter scrutiny—so that no one could claim protection under the shadow of power. The clearest evidence of his justice was the public's confidence in seeking justice even against the Caliph's own family, without fear or hesitation. This noble conduct earned Hazrat Umar (RA) a place among the greatest rulers in human history. The system of accountability established during his caliphate continues to serve as a beacon for all justice-oriented systems around the world. He led by example, beginning accountability with himself and setting a high moral standard for others to follow. Hazrat Umar (RA) proved that justice is

not just a set of ideals, but a way of life—one that, if adopted with sincerity, piety, and honesty, can reform nations and empires. There is a dire need today to revive the model of accountability from the era of Farooq-e-Azam. It is in light of this necessity that the following article has been written.

Keywords: Farooq-e-Azam, Allah, Ummah, Islamic caliphate.

دورِ فاروقی اسلامی خلافت کا وہ مثالی زمانہ ہے جو عدل، احتساب اور دیانت داری کی لازوال اقدار سے عبارت ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت نہ صرف فتوحاتِ اسلامی کی وسعت کی وجہ سے مشہور ہے بلکہ ان کے نظامِ حکمرانی میں قائم کیا گیا عدالتی اور اخلاقی معیار تاریخِ انسانی میں ایک منفرد مقام رکھتا ہے۔ ان کی قیادت میں جہاں پوری امت کے لیے عدل کا ایک جامع نظام نافذ ہوا، وہیں ان کا ذاتی کردار اس قدر بلند اور بے داغ تھا کہ انہوں نے اپنے خاندان، حتیٰ کہ اپنے بیٹوں، بھائیوں اور قریبی عزیزوں کو بھی اس نظامِ احتساب سے بالاتر نہ سمجھا۔ حضرت عمرؓ کے نزدیک حکومت کا سب سے بنیادی اصول یہ تھا کہ جو ذمہ داری امت کے سامنے پیش کی گئی ہے، اس میں ہر شخص برابر کا شریک ہے، اور جوابدہی سے کوئی مستثنیٰ نہیں۔ وہ سمجھتے تھے کہ اگر خلیفہ کا قریبی عزیز بھی قانون کی خلاف ورزی کرے تو اس سے رعایت کرنا نہ صرف عدل کے خلاف ہے بلکہ امت کی امانت میں خیانت کے مترادف ہے۔ یہی سوچ ان کی حکمرانی کا بنیادی اصول بنی، جس کا عملی مظاہرہ ان کے کئی فیصلوں اور اقدامات میں نظر آتا ہے۔ حضرت عمرؓ کا دورِ حکومت اس لحاظ سے بے مثال تھا کہ انہوں نے خاندانی تعلقات کو حکومتی معاملات میں اثرانداز ہونے نہیں دیا۔ ان کے نزدیک اقتدار کا مطلب اپنی ذات یا اپنے قبیلے کو فائدہ پہنچانا نہیں تھا، بلکہ ایک مقدس امانت تھی جس کا ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہی کا متقاضی تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اگر ان کے بیٹے نے بھی سرکاری مال میں ذرا سی زیادتی کی تو انہوں نے نہ صرف سخت بازپرس کی بلکہ زائد مال واپس بھی لے لیا۔ ان کا یہ طرزِ حکمرانی اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ مساوات اور قانون کی حکمرانی پر کامل ایمان رکھتے تھے۔ انہوں نے اپنے گورنروں کو جو خطوط لکھے، ان میں بار بار اس بات کی تاکید کی کہ کوئی شخص اپنی خاندانی حیثیت یا قریبی رشتے کی بنا پر کسی رعایت کا مستحق نہیں۔ ان کے قریبی عزیزوں پر بھی وہی معیار نافذ تھا جو عام رعایا پر تھا، بلکہ بعض اوقات ان سے زیادہ سختی برتی جاتی تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ اقتدار کے سائے میں خاندان محفوظ ہو جاتا ہے۔ ان کے عدل کی سب سے بڑی دلیل یہی

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September, 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: July 5, 2025

ہے کہ ان کے دور میں لوگوں کو انصاف کی امید تھی، اور کوئی شخص خلیفہ کے خاندان کے فرد کے خلاف بھی اپنی شکایت بلا خوف و جھجک پیش کر سکتا تھا۔ اس اعلیٰ کردار نے حضرت عمرؓ کو تاریخِ انسانیت کے عظیم ترین حکمرانوں کی صف میں کھڑا کر دیا۔ ان کے دور کا نظامِ احتساب آج بھی دنیا کے ہر انصاف پسند نظام کے لیے مشعلِ راہ ہے، جہاں حکمران اپنے عمل سے احتساب کی ابتدا کرتا ہے اور دوسروں کے لیے خود کو معیار بناتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے ثابت کیا کہ عدل صرف اصولوں کی بات نہیں بلکہ وہ طرزِ عمل ہے جسے اگر خلوص، تقویٰ اور ایمانداری سے اختیار کیا جائے تو اقوام و سلطنتیں سنور جاتی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ دور حاضر میں دور فاروقی کے اس احتساب کو نافذ العمل کیا جائے۔ اسی ضروری کے پیش نظر زیر نظر مضمون تحریر کیا جا رہا ہے۔

حضرت عمرؓ کا اپنے خاندان پر خود احتسابی کا عملی نمونہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے پہلے بھی احتساب ہوتا تھا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اسی احتساب کو پروان چڑھایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کا نظام احتساب مثالی تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے احتساب کا یہ سلسلہ پہلے اپنے آپ، پھر اپنے خاندان سے شروع کیا۔ حکومت کے کے تمام لوگوں کو احتساب کے کٹہرے میں کھڑا کرتے اور ان سے سخت قسم کا احتساب لیتے تھے۔ احتساب لینے میں کسی قسم کی رعایت نہیں برتتے تھے۔ کتب تاریخ میں اس کی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔ اس فصل میں وہ مثالیں ذکر کی جائیں گی جن میں خلافت کے دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خود اپنے آپ کو احتساب کے لیے پیش کیا اور وہ مثالیں بھی ذکر کی جائیں گی جن آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے خاندان سے احتسا کا معاملہ کیا۔ سب سے پہلے خلیفہ سے احتساب کے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو احتساب اتنا پسند تھا کہ ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ نے دوران خطبہ لوگوں سے کچھ پوچھا تو لوگوں نے ایسا جواب دیا جس کی وجہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت زیادہ خوش ہو گئے۔

۱۔ ایک بار آپ رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیتے ہوئے اپنا سر ایک جانب جھکائے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَامَعَاشِرَ الْمُسلِمِينَ مَاذَا تَقُولُونَ لَو مِلتُ بِرَأسِي اِلَى الدُنيَا كَذَا۔

اے مسلمانو! اگر میں اپنا سر دنیا کے لیے اس طرح جھادوں تو تم کیا کہوں گے؟

OPEN ACCESS

CC BY

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: July 5, 2025

ایک شخص کھڑا ہوا اور اپنی تلوار نکال کر لہراتے ہوئے کہا: **ہم آپ سے تلوار کی زبانی بات کریں گے۔** آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

ایای تعنی بقولک۔

تم اپنی بات کا مطلب سمجھتے ہو؟

اس نے جواب دیا : میں اس بات کا مطلب اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس سے تین مرتبہ یہ کہا، اس نے تین مرتبہ اسی لہجے میں جواب دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی حق گوئی سے متاثر ہو کر ارشاد فرمایا کہ تمام تعریفیں اس اللہ تعالی کے لیے ہیں جس نے میری رعایا میں ایسے لوگ پیدا فرمائے جو میری اصلاح کرنے کا بھی حوصلہ رکھتے ہیں۔[1]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے امتحان لینے کے لیے یہ سوال کیا تھا کہ لوگ اس کے جواب میں کیا کہتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دور کے لوگوں میں اتنا حوصلہ تھا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے خلیفہ کے سامنے تلوار نکال کر جواب دینے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ حق بات کو بہت زیادہ پسند کرتے تھے۔ ناحق بات کو ناپسند فرماتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے متعلق آتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے :

اَحَبُ النَاسِ اِلٰی مَن رَفَعَ اِلٰی عُیُوبِی۔[2]

میرے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ شخص وہ ہے جو میرے عیوب سے مجھے آگاہ کرے۔

اس فرمان سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ خلیفہ ہونے کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس آدمی زیادہ پسند کرتے تھے جو آپ رضی اللہ عنہ کو آپ کے عیبوں کے متعلق آگاہ کرتا تھا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عیب نکالنے والوں کو ملامت نہیں کرنی چاہیے۔ بلکہ عیب بتانے والے کا شکریہ ادا کرنا چاہیے، کہ اس آدمی نے عیب بتا کر احسان کیا ہے۔

۲۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ کسی چیز کے متعلق جھگڑا ہو گیا، اس موقع پر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو احتساب کے لیے پیش کیا۔ امام ابن جعد علیہ الرحمہ نے اس واقعہ کو اپنی مسند میں نقل فرمایا ہے وہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت

[1] احمد طبری، ابو جعفر، شیخ امام، الریاض النضرۃ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج: ۱، ص: ۳۸۱
[2] ابن سعد، محمد، ہاشمی، الطبقات الکبریٰ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج: ۳، ص: ۲۲۲

OPEN ACCESS

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September, 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
July 5, 2025

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے درمیان کسی چیز سے متعلق آپس میں جھگڑا تھا، حضرت عمرص نے فرمایا: آپ اپنے اور میرے درمیان کسی کو ثالث مقرر کرلیں، چنانچہ دونوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنا فیصل مقرر کرلیا۔ پھر دونوں ان کے پاس چل کر آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: ہم تمہارے پاس اس لئے آئے ہیں تاکہ تم ہمارے درمیان فیصلہ کردو۔ جب دونوں حضرات حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بچھونے پر حضر عمر رضی اللہ عنہ کے لئے جگہ چھوڑ دی اور بولے: اے امیر المومنین! یہاں آیئے، حضرت عمر بے شک خلیفہ وقت تھے مگر اس وقت ایک سائل کی طرح حاضر تھے۔ حضرت زید کے اس طرز عمل پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ پہلا ظلم ہے میں اپنے فریق کے ساتھ بیٹھنا پسند کروں گا۔

اس کے بعد آپ دونوں حضرات حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھ گئے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کسی چیز کے متعلق دعوی ظاہر کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکار کردیا۔ قاعدہ کے مطابق ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر گواہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر قسم آتی تھی لیکن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو فرمایا: امیر المؤمنین کو قسم اٹھانے سے تم معاف رکھو اور ان کے علاوہ میں کسی اور کے لئے ایسا مطالبہ کبھی نہ کرتا۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے از خود قسم اٹھالی۔ معاملہ حل ہو جانے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ جب تک عمر زندہ ہے زید کبھی عہدہ قضاء پر فائز نہیں ہو سکتا کیونکہ عمر کے نزدیک تمام مسلمانوں کی عزت و آبرو برابر ہے۔[3]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خلیفہ ہونے کے باوجود عدالت میں جانا، احتساب کے کٹہرے میں کھڑے ہونا، اپنے آپ کو احتساب کے لیے پیش کرنا اس بات کی علامت ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ خود پسند فرماتے تھے کہ اگر میری غلطی ہو تو مجھ سے بھی احتساب لیا جائے اور احتساب لینے میں وہ تمام معاملات کیے جائیں جو ایک عام شہری سے کیے جاتے ہیں۔ اس حق گوئی اور حق پسندی کا لوگوں پر اتنا زیادہ اثر ہوا کہ بعض مقامات ایسے بھی آئے کہ خطبہ کے دوران حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے لوگوں نے کھڑے ہو کر مطالبہ کیا کہ آپ پہلے ان چیزوں کا جواب دیں پھر ہم آپ کی بات سنیں گے۔

[3] ابن جعد، علی، بن عبید، الجوہری، ابوالحسن، حافظ، المسند، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج: ۱، ص: ۲۶۰، حدیث: ۱۷۲۸

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September, 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: July 5, 2025

۳۔ایک بار سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس یمنی چادریں آئیں،آپ رضی اللہ عنہ نے اسے انہیں مسلمانوں میں ایک ایک کر تقسیم فرمادیا۔بعد میں آپ رضی اللہ عنہ لوگوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور خطبہ دیناشروع کیا۔اس وقت آپ رضی اللہ عنہ نے بھی ایک یمنی چادر سے تیار شدہ حلہ پہنا ہوا تھا۔آپ نے اتنا ہی کہا تھا کہ اے لوگوں! سنو اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے۔ایک شخص کھڑا ہوا اور آپ کی بات کاٹتے ہوئے بولا کہ اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ کی قسم ہم نہیں سنیں گے،اللہ تعالیٰ کی قسم ہم نہیں سنیں گے۔آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایااے اللہ تعالیٰ کے بندے کیا بات ہے؟تم کیوں نہیں سنو گے؟اس نے عرض کیا:آپ نے دنیا کے معاملے میں ہم پر زیادتی کی ہے کہ آپ نے سب کو ایک ایک چادر دی تھی لیکن اب آپ ہمارے سامنے پورا حلہ پہنے کھڑے ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایاعبد اللہ بن عمر کہاں ہیں؟وہ حاضر ہوئے اور عرض کیا:جی حضور! میں یہاں ہوں۔فرمایایہ جو میں نے دو چادریں پہنی ہوئی ہیں ان میں سے ایک زائد چادر کی وضاحت کرو۔انہوں نے عرض کی:یہ میری چادر ہے۔پھر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس شخص سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:اللہ تعالیٰ کے بندے! تو نے جلدی کی،حالانکہ میں نے اپنے کپڑے دھوئے ہیں۔اس لیے عبداللہ بن عمر سے اس کی چادر استعمال کے لیے لی ہے۔یہ سن کر وہ شخص مطمئن ہو گیا اور عرض کرنے لگا اب ارشاد فرمائیں! ہم سنیں گے بھی اور اطاعت بھی کریں گے۔[4]

خطبہ کے دوران سوال کرنے کرنے والے نے کتنی ہمت اور دلیری سے سوال کر دیا۔اتنے سارے لوگ جمع تھے،اس کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بالکل بھی غصہ نہیں فرمایابلکہ تسلی کے ساتھ اس کو جواب دیا۔جب سوال کرنے والا مطمئن ہو گیاتب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ خطبہ شروع کیا۔اس سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ اگر دوران بات کوئی آدمی بات کاٹ دے اور کسی حق کا مطالبہ کرے تو برا نہیں منانا چاہیے بلکہ تسلی اور حوصلے سے اس کی بات سنی جائے،پھر اس کا تسلی بخش جواب دیا جائے۔جب وہ مطمئن ہو جائے تب دوبارہ بات شروع کی جائے۔

۴۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا احتساب صرف اپنی ذات تک محدود نہ تھا بلکہ آپ اپنے خاندان اور قریبی رشتہ داروں کا باقی لوگوں سے سخت احتساب کیا کرتے تھے۔قریبی لوگوں کا سختی سے احتساب کرنے کی وجہ یہ تھی یہ اگر قریبی لوگ احکام کی پابندی کریں اور دور والے لوگ بھی احکام پر

[4] احمد طبری،الریاض النضرۃ،ج:۱،ص:۳۸۹

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September, 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
July 5, 2025

عمل کریں اور قریبی لوگ ممنوعات سے دور رہیں گے تو دور والے لوگ بدرجہ اولیٰ منع کی ہوئی چیزوں کے قریب نہیں جائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جب مدینہ طیبہ کے لوگوں کو کسی امر سے روکنا چاہتے تو انہیں بلا کر ایک جگہ جمع فرما لیتے، پھر ارشاد فرماتے: میں نے اپنی ساری رعایا کو فلاں فلاں کام سے منع کر رکھا ہے۔ وہ لوگ تمہاری طرف یوں دیکھ رہے ہیں جیسے پرندہ گوشت پر نظریں جمالیتا ہے۔ یاد رکھو! اگر تم کسی بات پر عمل کرو گے تو دیگر لوگ بھی تمہیں دیکھ کر اس پر عمل کریں گے، اسی طرح تم کسی کام پر عمل کرنے سے اپنے آپ کو روکو گے تو تمہیں دیکھ کر وہ لوگ بھی رک جائیں گے۔ اور ہاں یاد رکھو! اللہ تعالیٰ کی قسم! جس کام سے میں نے سب لوگوں کو روک رکھا ہے اگر تم اس میں مبتلا ہوئے تو تمہیں دوہری سزا ملے گی کیونکہ میرے قرب کی وجہ سے تمہارا مقام بھی اونچا ہے۔[5]

اس روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب کسی کام سے روکنا ہوتا یا پھر کسی کام کے کرنے کا حکم دینا ہوتا تو آپ سب سے پہلے آپ قریبی لوگوں کو جمع کر کے فرمادیتے تھے کہ اس کام سے تم نے رکنا یا یہ کام تم نے کرنا۔ تم کرو گے تو لوگ بھی کریں گے۔ تم رکو گے تو لوگ بھی رک جائیں گے۔ اگر تم ممنوع کام میں مبتلا ہوئے تو تم کو باقی لوگوں کی بانسبت ڈبل سزا ملے گی۔ یہ بات حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی انتہائی دانائی پر دلالت کرتی ہے۔ احتساب کے معاملہ میں آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے، بیوی، رشتہ داروں کو بھی معاف نہیں فرمایا۔ ذیل میں ایسی روایات ذکر کی جا رہی ہیں جن سے ثابت ہو گا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے احتساب کے معاملہ کسی قسم کی رعایت نہیں برتتے تھے۔ ہر بندے کو اپنی اولاد بڑی پیاری ہوتی ہے، بڑے بڑے سخت لوگوں کے دل اولاد کے سامنے پگل جاتے ہیں لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے احتساب کے معاملہ میں اپنی اولاد کی بھی رعایت نہ فرمائی۔

۵۔ حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صحابی رسول ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں، وہ بیان فرماتے ہیں کہ مقام **"جلولاء"** میں ایک معرکہ پیش آیا۔ میں بھی اس میں شریک ہوا اور چالیس ہزار درہم میں مال غنیمت خریدا اور جب وہاں سے لوٹ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ

[5] عبدالرزاق، بن ہمام، بن نافع، صنعانی، المصنف، دار الکتب العلمیہ، بیروت، باب لزوم الجماعۃ، ج: ۱۰، ص: ۲۹۸، حدیث: ۲۰۸۷۹

OPEN ACCESS

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September, 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: July 5, 2025

عنہ کے پاس آیاتوآپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں جہنم میں ڈالا جاؤں تواس کے عذاب سے بچانے کے لیے تم کیافدیہ ادا کروگے ؟میں نے عرض کیا : کوئی بھی چیز جوآپ کے لیے باعث تکلیف ہو میں اس سے بچانے کے لیے سب کچھ فدیہ دینے کو تیار ہوں۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: گویا کہ میں مقام جلولاء میں لوگوں کو دیکھ رہا تھاجب وہ تم سے خرید وفروخت کر رہے تھے، تو کہہ رہے تھے: عبداللہ بن عمر صحابی رسول ہیں، امیر المومنین کے بیٹے ہیں، ان کے چہیتے ہیں اور اے عبد اللہ ! تم واقعی میں ایسے ہو۔ پس تمہیں مہنگا دینے کی بجائے انہیں یہ اچھا لگا کہ وہ تمہیں مال سستا دیں۔ میں تقسیم کرنے والا ذمہ دار ہوں۔ایک قریشی تاجر جتنا نفع پاتا ہے میں تم کواس سے زیادہ دیتا ہوں۔ تمہارے لیے ایک درہم پر ایک درہم نفع ہے۔ پھر آپ نے تاجروں کو بلایااور انہوں نے اس کو چار لاکھ درہم میں خرید لیا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس میں سے اسی ہزار درہم مجھے دیے اور بقیہ دراہم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجے تاکہ وہ اس رقم کو ضرورت مندوں میں تقسیم کردیں۔[6]

اس واقعہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا احتساب فرمایا۔ حالانکہ اس میں بیٹے کی کوئی غلطی نہیں تھی۔ ان کو لوگوں نے سستا مال دے دیا تھا۔اس کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک عام تاجر سے تھوڑا سا نفع زیادہ دے کر باقی ضرورت مندوں میں تقسیم کروادیا۔ تجارت میں نفع لینے پر ایک اور موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دو بیٹوں کا احتساب فرمایا۔ حضرت زید بن اسلم علیہ الرحمۃاپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ :

۲۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دو بیٹوں یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہمااور حضرت عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہماایک لشکر کے ساتھ عراق کی مہم پر نکلے، جب انہوں نے واپسی کا ارادہ کیا ور بصرہ کے گورنر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو انہوں نے ان دونوں کا استقبال کرتے ہوئے خوش آمدید کہا۔ پھر کہا کہ اگر میں کسی طرح آپ دونوں کو کوئی فائدہ پہنچاسکا تو ضرور پہنچاؤں گا۔ پھر کہنے لگا: یہامیرے پاس صدقے کی کچھ رقم ہے اور میں اسے امیر المومنین کے پاس بھیجنا چاہتا ہوں، میں یہ آپ دونوں کو بطور قرض دے رہا ہوں تاکہ آپ دونوں عراق سے کچھ سامان وغیرہ خرید کر اسے مدینہ منورہ میں بیچ کر اصل رقم امیر المؤمنین کو دے دینااور نفع آپ لوگ رکھ لینا۔ چنانچہ ان دونوں نے ایسا ہی کیااور

[6] ابن ابی شیبہ، عبداللہ بن محمد، کوفی، المصنف، کتاب التاریخ، دار الفکر، بیروت، ج:۸، ص:۱۸، حدیث:۳۷

OPEN ACCESS

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September, 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: July 5, 2025

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس اس معاملے کی تفصیل کا ایک مکتوب بھی بھیج دیا۔ جب یہ دونوں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا جس طرح تم دونوں کو ابو موسیٰ اشعری نے قرض دیا ہے اسی طرح لشکر کے دیگر مجاہدین کو بھی دیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا رقم اور اس کے ذریعے سے حاصل کیا ہوا نفع دونوں واپس کرو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما تو خاموش رہے، لیکن حضرت عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! اگر رقم ضائع ہو جاتی یا اس میں کچھ کمی ہو جاتی تو ہم ہی اس کے ضامن ہوتے۔ لیکن سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ وہی مطالبہ فرماتے رہے۔ بہر حال دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مداخلت کے سبب آپ نے اصل رقم اور آدھا نفع لے لیا اور آدھا نفع حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عبیداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے لے لیا۔[7]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادوں نے کسی ناجائز طریقے سے رقم حاصل نہیں کی تھی بلکہ انہوں نے مال قرض لے کر بیچ کی تھی، اس بیع سے ان کو نفع حاصل ہوا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مطالبہ یہ تھا کہ ساری رقم نفع سمیت واپس کی جائے۔ اس کی وجہ یہ ہو سکتی تھی اگر ان سے رقم واپس نہ لی گئی اور ان کا احتساب نہ کیا گیا تو ایسی صورت میں لوگوں کو باتیں کرنے کا موقع مل جائے گا۔ اس سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ کسی قوم کو سربراہ کو چاہیے کہ وہ اپنے رشتہ داروں اور عزیز واقرباء کو ان تمام کاموں سے دور رکھیں، جن کاموں کی وجہ سے ان پر تہمت لگنے یا لوگوں کی طرف سے باتیں کیے جانے کا خطرہ ہو۔

۷۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے مطالبہ کر دیا کہ بیت المال کی طرف سے جو مال ان کو دیا گیا ہے وہ بیت المال کو واپس کریں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے امیر المؤمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بلایا۔ میں آپ کی بارگاہ میں پہنچا تو دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد مجھے فرمایا: جب تک میں بیت المال کا نگران نہیں تھا، تب تک مجھے اس میں سے صرف جائز طریق سے کچھ مال لینا حلال تھا، لیکن جب سے میں اس کا

[7] بیہقی، ابو بکر احمد بن حسین بن علی، السنن الکبریٰ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، کتاب القراض، حدیث: ۱۱۶۰۵

OPEN ACCESS

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: July 5, 2025

نگران بنایا گیا ہوں اب مجھ پر اس سے مال لینا حرام ہو گیا ہے۔ لہذا پہلے جو مال بھی میں تمہیں دے چکا ہوں اسے تم واپس کر دو۔ میں نے تم پر اللہ تعالیٰ کے مال میں سے ایک مہینہ خرچ کیا ہے۔ اب میں مزید تم پر خرچ نہیں کر سکتا۔ جو میں نے تمہیں پھل دیے تھے انہیں بیچ کر قیمت لے لو اور تاجروں کے ساتھ مل کر اس سے تجارت کرو، جو نفع حاصل ہو اسے اپنے اوپر بھی خرچ کرو اور اپنے گھر والوں پر بھی خرچ کرو۔ پس میں چلا گیا اور میں نے ویسا ہی کیا۔[8]

یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تقوی اور پرہیز گاری تھی۔ ورنہ آج ایسا کون کرتا ہے۔ نگران کی حیثیت سے تنخواہ لینا تو جائز ہے لیکن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں بہت زیادہ تقوی اور پرہیز گاری پائی جاتی تھی اس لیے آپ رضی اللہ عنہ نے گوارا نہ کیا کہ بیت المال کا نگران بن کر میں خود اسے مال لوں۔ آپ رضی اللہ عنہ کا تقوی تو اس سے بھی زیادہ تھا۔ آپ کا نظریہ تھا کہ ضرورت کے بغیر مال بھی نہ لیا جائے۔

۸۔ حضرت معیقب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے طلب فرمایا۔ میں جیسے ہی آپ رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں پہنچا تو دیکھا کہ آپ اپنے بیٹے حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہما کو بلا رہے تھے۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ پہنچے تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ اس نے کیا کیا ہے؟ پھر خود ہی ارشاد فرماتے لگے کہ: یہ عراق گیا تو وہاں کے لوگوں کو اس نے یہ بتایا کہ میں امیر المؤمنین کا بیٹا ہوں۔ ان سے خرچہ مانگا، انہوں نے محض امیر المؤمنین کا بیٹا ہونے کی وجہ سے اسے برتن، چاندی، مختلف سامان اور زیور سے آراستہ تلوار بھی ہے۔ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے اپنی صفائی میں عرض کیا میں نے ایسا نہیں کیا بلکہ میں تو ان کے پاس گیا اور انہوں نے بغیر طلب کے مجھے یہ مال دے دیا۔ پھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ مجھے حکم دیا کہ اے معیقب! یہ سارا مال بیت المال میں جمع کرا دو۔ چنانچہ میں ایسا ہی کیا۔[9]

حضرت عاصم رضی اللہ عنہ نے عراق سے مال کسی ناجائز طریقے سے حاصل نہیں کیا تھا۔ یہ مال ان کو لوگوں اپنی مرضی سے دیا تھا۔ مال دینے کی وجہ صرف یہ تھی کہ یہ امیر المومنین کے صاحبزادے ہیں۔ انہوں نے عقیدت کے پیش نظر ان کو مال دیا تھا۔ لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ

[8] ابن ابی الدنیا، عبداللہ بن محمد، بغدادی، الموسوعۃ، المکتبۃ العصریہ، بیروت، الورع، باب فی الورعین، ج: ۱، ص: ۱۱۳، حدیث: ۱۸۸
[9] النمیری، عمر بن شبہ، ابوزید، دار الفکر، قم، ایران، تاریخ مدینہ، ج: ۱، ص: ۷۰۰

OPEN ACCESS

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September, 2025)

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)

Published:
July 5, 2025

بھی اچھا نہیں لگا، کہ بغیر طلب کے مال میرے بیٹوں کے پاس موجود رہے، لہذا آپ رضی اللہ عنہ نے وہ سارا مال بیت المال میں جمع کرادیا۔ اسلامی دنیا کے حکام کو چاہیے کہ وہ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اتباع کریں۔ اپنے بچوں کو ان تمام ذرائع سے پیشے کے حصول سے منع کریں، جن ذرائع سے آمدنی کی وجہ سے لوگوں کی باتوں کا نشانہ بنناپڑے۔ بیت المال میں مسلمانوں کا مال جمع ہوتا ہے یہ حکام کے پاس امانت ہوتا ہے، اس کو اپنا ذاتی مال نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ یہ مال مستحقین پر خرچ کرنا چاہیے۔ اگر ایسا ہونا شروع ہو جائے تو آج بھی مسلم ممالک میں خوشحالی کی لہر آجائے اور مسلم دنیا ترقی کی راہ پر گامزن ہو جائے۔

۹۔ ہر آدمی کو اپنی بیوی سے بہت پیار ہوتا ہے اور ہر آدمی اپنی بیوی کی بہت زیادہ حمایت کرتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ اس کی بیوی اس سے ناراض نہ ہو جائے، ہر معاملہ میں اس کے ساتھ نرمی کے ساتھ پیش آتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کئی معاملات میں اپنی بیوی کا بھی احتساب کیا۔ اس کی ایک مثال یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بیوی عاتکہ بنت زید رضی اللہ عنہا کو تقریباً ڈیڑھ گز کا قالین بطور تحفہ بھیجا۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وہ دیکھی تو فرمایا یہ قالین تمہارے پاس کہاں سے آئی؟ عرض کیا کہ یہ مجھے ابو موسیٰ اشعری نے تحفہ دیا ہے۔ یہ سن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وہ چٹائی لے کر ان کے سر اتنی زور سے ماری کہ ان کا سر ہل گیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا: کہ انہیں پیدل لایا جائے۔ انہیں پیدل لایا گیا۔ آتے ہی انہوں نے عرض کی: اے امیر المومنین! میرے معاملے میں جلدی نہ کیجئے۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں کس چیز نے ابھارا کہ تم ہماری زوجہ کو ہدیہ دو؟ پھر آپ نے وہ قالین ان کے سر پر زور سے مارا اور ارشاد فرمایا کہ لے جاؤ ہمیں اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔[10]

۱۰۔ بڑے لوگوں کی اولاد اور رشتہ داروں کو لوگ تحفے دیتے ہی رہتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اتنے تقوی والے آدمی تھے کہ انہیں پسند نہیں تھا کہ لوگ ان کے بچوں یا ان کی بیوی کو تحائف پیش کریں۔ حالانکہ اگر دیکھا تو تحفہ دینے والے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ایک جلیل

[10] ابن عساکر، علی بن حسن بن ہبۃ اللہ، ابو القاسم، تاریخ دمشق، دار الفکر، بیروت، ج: ۴۴، ص: ۳۲۶

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September, 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published:
July 5, 2025

القدر صحابی تھے۔ان کے تقویٰ، پرہیزگاری اور دیانتداری میں کوئی شک نہیں تھا لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ بھی پسند نہ تھا۔ بادشاہ اور حکمرانوں کو دوسرے ممالک کے حکمران تحائف اور ہدایا بھیجتے رہتے ہیں اسی حکمرانوں کے بیوی اور بچوں کو بھی دوسری ممالک کے حکمرانوں کی جانب تحائف وغیرہ ملتے رہتے ہیں جس وہ بخوشی قبول کرتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ کو ایک ملک کے بادشاہ کی بیوی نے تحفہ بھیجا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس تحفہ کو بیت المال میں جمع کرادیا۔ الکامل فی التاریخ میں ایک واقعہ ذکر کیا گیا ہے جو ذیل میں ذکر کیا جارہا ہے کہ بادشاہ روم نے جب جنگ بندی کا اعلان کیا تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے قاصدوں کے ذریعے ایک مکتوب بادشاہ کو بھیجا، ساتھ ہی آپ کی زوجہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے ملکہ روم کی زوجہ کے لیے خوشبو، پینے کے برتن اور کچھ زیورات بطور ہدیہ بھیجے۔ چنانچہ بادشاہ نے وہ عطیات اپنی ملکہ وہ دے دیے اور پھر اس نے بھی ایک مکتوب روانہ کیا اور سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زوجہ کے لیے ایک قیمتی ہار بطور تحفہ بھیجا۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس قاصد لے کر پہنچا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس ہار کے متعلق مشورہ کیا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضور یہ آپ کی زوجہ کا حق ہے۔ کیونکہ ان کے ہدیے کے بدلے میں یہ ہدیہ آیا ہے۔ ملکہ روم کوئی ذمیہ عورت نہیں ہے کہ ہدیہ بھیج کر آپ سے کچھ اس کی ذاتی غرض ہو اور نہ وہ آپ کی مملوکہ ہے کہ اس نے آپ کو خوش کرنے کے لیے یہ تحفہ بھیجا ہو۔ لہذا اس کے لینے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ مگر آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ آپ لوگوں کی بات اپنی جگہ ٹھیک ہے لیکن یہ قاصد تو تمام مسلمانوں کا قاصد تھا اور یہ انہی کا مکتوب لے کر گیا تھا اور مسلمان اس بات کو اپنے دلوں میں بہت بڑا سمجھیں گے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اسے بیت المال میں جمع کروانے کا حکم دے دیا اور اپنی زوجہ کو ان کی خرچ کی ہوئی رقم کے عوض اتنی ہی رقم عطا فردی۔[11]

اس واقعہ میں احتساب تو بالکل واضح ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فہم و فراست بھی ثابت ہوتی ہے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ملکہ روم کے بھیجے ہوئے کے متعلق مشورہ کیا تو تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہی مشورہ دیا کہ یہ ہار آپ کی اہلیہ محترمہ کا حق ہے لہذا یہ ہار انہی کو ہی دینا چاہیے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو فرمایا: کہ آپ لوگوں کی بات

[11] ابن اثیر، علی بن محمد، جزری، ابوالحسن، الکامل فی التاریخ، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج:۲، ص:۴۸۸

OPEN ACCESS
CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September, 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: July 5, 2025

ٹھیک ہے لیکن اگر آپ کی مرضی کے مطابق دے دیا گیا تو ایسی صورت میں باقی لوگ اس کو بہت برا سمجھیں گے۔ اس وجہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے وہ ہار بیت المال میں جمع کرا دیا اور جتنا خرچہ تحفہ بھیجنے پر آیا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ خرچہ اپنی بیوی کو ادا کر دیا۔

۱۱۔ اگر کسی کے پاس کہیں سے تقسیم کے لیے مال آجائے تو ہمارا طریقہ کار یہ ہوتا ہے کہ ہم اپنے قریبی لوگوں کو اچھی چیز دے دیتے ہیں جبکہ باقی چیزیں عام لوگوں میں تقسیم کر دی جاتی ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اچھی چیزیں باقی لوگوں میں تقسیم کرتے تھے اس میں اپنے قریبی لوگوں کی رعایت نہیں فرماتے تھے۔ صحیح بخاری میں امام بخاری علیہ الرحمہ نے اس طرح کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے جس کو روایت کرنے والے حضرت ثعلبہ بن ابو مالک علیہ الرحمۃ ہیں، وہ فرماتے ہیں ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کی خواتین میں چادریں تقسیم فرمائیں۔ ان میں ایک اچھی سی چادر بچ گئی۔ لوگوں میں سے کسی نے عرض کیا: یاامیر المومنین! یہ چادر آپ اپنی زوجہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا کو دے دیں۔ تو ارشاد فرمایا کہ ام سلیط اس کی زیادہ حق دار ہیں، کیونکہ وہ ان انصاری خواتین میں سے ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی تھی اور ان کو یہ مرتبہ بھی حاصل ہے کہ وہ غزوہ احد کے موقع پر ہمارے لیے پانی کے مشکیزے لایا کرتی تھی۔[12]

اس روایت میں بیان کردہ واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی رعایا کا کس قدر خیال کرتے تھے، اور خاص طور پر وہ ہستیاں دین اسلام کے لیے جن کی خدمات تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو بہت زیادہ سہولیات فراہم کیا کرتے تھے۔ حضرت ام سلیط رضی اللہ عنہا کی غزوہ احد میں بہت ساری خدمات تھیں اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی بیعت بھی تھی۔ اس لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ عمدہ اور اچھی چادر اپنی بیوی کو دینے کی بجائے حضرت ام سلیط رضی اللہ عنہا کو دے دی۔

۱۲۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا کہ کسی چیز کا وزن کرنا ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ وزن کرنا ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کو وزن کرنے سے دور رکھتے اور وجہ یہ بتاتے کہ وزن کے دوران یہ چیز میری بیوی کے ہاتھوں پر لگ جائے گی جس کی وجہ سے ہمارے حصہ میں وہ چیز زیادہ آجائے گی۔ اس طرح کا ایک واقعہ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب الزہد میں نقل کیا ہے، وہ لکھتے ہیں ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس

[12] بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب ذکر ام سلیط، ج: ۲، ص: ۱۲۰، حدیث: ۴۰۷۱

OPEN ACCESS

ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: July 5, 2025

بحرین سے سے کستوری اور عنبر آیا۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالی کی قسم !میری خواہش ہے کہ مجھے کوئی بہترین وزن کرنے والی عورت مل جائے جو اس کا صحیح وزن کردے اور میں اسے مسلمانوں میں تقسیم کردوں۔آپ رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میں بھی بہت اچھا وزن کرلیتی ہوں۔آپ مجھے دیں میں وزن کردیتی ہوں۔آپ رضی اللہ عنہ نے منع فرمادیا۔جب اس کی وجہ پوچھی تو ارشاد فرمایا کہ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ جب تم اس کا وزن کروگی تو یہ کستوری و عنبر تمہارے ہاتھ پر بھی لگ جائے گا اور تم اسے اپنے سر اور گردن پر ملوگی تو اس طرح مجھے مسلمانوں کے حصے سے زیادہ مل جائے گا۔[13]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ بہت اچھا وزن کرلیتی تھیں،اس کے باوجود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے خوشبو کا وزن نہیں کروایا۔صرف اس ڈر سے کہ کہیں میرے پاس باقی لوگوں سے زیادہ خوشبو نہ آجائے۔اس واقعہ سے اسلامی دنیا کے حکمرانوں کو بھی سبق سیکھنا چاہیے۔

۱۳۔احتساب کے معاملہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی سگی بیٹیوں کا بھی لحاظ نہیں کیا کرتے تھے۔اس معاملہ میں آپ رضی اللہ عنہ بیٹیوں کو بھی وہ پروٹوکول نہیں دیا کرتے تھے جو پروٹوکول آج مسلم حکمران اپنی اولاد کو دیتے ہیں۔امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ نے اس طرح کا ایک واقعہ نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ مال آیا۔آپ رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام المومنین سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ اے امیر المومنین !اس مال میں آپ کے رشتہ داروں کا بھی حق ہے،اللہ تعالیٰ نے اس مال میں سے رشتہ داروں کو بھی دینے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔یہ سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا اے بیٹی !میرے رشتہ داروں کا حق میرے مال میں ہے اور یہ میرا مال نہیں بلکہ مسلمانوں کا مال ہے۔تم اپنے باپ کو غلط فہمی میں ڈال رہی ہو اور اپنے رشتہ داروں کی خیر خواہ بن رہی ہو۔اٹھو اور یہاں سے چلی جاؤ۔[14]

[13] حنبل،بن،احمد،امام،الزہد،دار الغد الجدید،بیروت،زہد عمر بن خطاب،ص:۱۴۷،حدیث:۶۲۳

[14] حنبل،الزہد،زہد عمر بن خطاب،ص:۱۴۴،ص:۶۰۴

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September, 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: July 5, 2025

۱۴۔اسی طرح کا ایک واقعہ آپ رضی اللہ عنہ کے داماد کے بارے میں بھی ملتا ہے کہ وہ بیت المال سے مال لینے کے لیے آئے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بیت المال سے مال نہ دیا۔امام محمد بن سیرین علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں آپ کے داماد آئے اور بیت المال سے کچھ مال کا مطالبہ کیا۔آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم یہ چاہتے ہو کہ میں رب تعالی سے خائن بادشاہ کی حیثیت سے ملاقات کرو؟۔بعدازاں آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے ذاتی مال میں سے انہیں دس ہزار درہم عطا کیے۔[15]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی اور اپنے داماد کو بھی بیت المال سے مال نہیں دیا۔بعد میں اپنے داماد کو اپنے ذاتی مال سے عطا فرمایا۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایسا کیوں کرتے تھے؟اس کی وجہ فیضان فاروق اعظم رضی اللہ عنہ میں یہ بیان کی گئی ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنی ذات کے ساتھ ساتھ اپنے گھر والوں کا بھی سختی سے احتساب فرمایا کرتے تھے،آپ کا یہ فعل احتیاط پر مبنی تھا کہ بعض اوقات جائز کاموں سے بھی اپنی اولاد کو روکتے تھے تاکہ دیگر لوگوں کے لیے اعتراض کا دروازہ بند ہو جائے۔واقعی حکمرانوں بلکہ ہر صاحب منصب یا وہ شخص جس کے تحت چند اسلامی بھائی ہوں اس معاملے میں اسے احتیاط کرنی چاہیے کہ ماتحت لوگوں کی اس کی ذات پر کڑی نظر ہوتی ہے۔اگر اس کی ذات میں کوئی چھوٹی سی خامی بھی ہو گی تو اس کے ماتحت لوگوں کے لیے تنفر کا باعث ہو گی۔اگر وہ اپنی ذات،گھر والوں کے ساتھ بھی دیگر معاملات میں وہی رویہ رکھے گا جو دیگر لوگوں کے ساتھ رکھتا ہے تو اس کی رعایا یا اس کے ماتحت لوگ اس کے کردار میں شک نہ کریں گے بلکہ قلبی طور پر مطمئن رہیں گے۔اگر وہ اپنی ذات، اپنے گھر والوں،اپنے متعلقین اور محبین کی ذات کو عملی طور پر نکھار کر دیگر لوگوں کے سامنے پیش کرے گا تو ان کے قلبی وساوس دور ہونے کے ساتھ ساتھ ان میں بھی عمل کا جذبہ بیدار ہو گا،اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ جب کوئی شخص خود عمل کر کے کسی کو کوئی بات کہتا ہے تو اس کے قول میں تاثیر زیادہ ہوتی ہے۔

حکمرانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ بیت المال سے اپنی ذات اور اپنے رشتہ داروں پر ذرہ برابر بھی خرچ نہ کریں۔کیونکہ بیت المال میں عوام الناس کا مال ہوتا ہے۔یہ مال حکمرانوں کے پاس بیت المال میں امانت ہے۔اگر وہ اس سے مال لے کر اپنی ذات پر خرچ کرتے ہیں یا پھر اپنے رشتہ داروں میں سے کسی

[15] ابن عساکر،تاریخ دمشق،ج:۴۴،ص:۳۳۱

OPEN ACCESS

CC BY

Al-Asr International Research Journal of Islamic Studies
Vol 5 Issue 3 (July-September, 2025)
ISSN E: (2790-7694)
ISSN P: (2790-7686)
Published: July 5, 2025

ایک پر خرچ کرتے ہیں تو یہ امانت میں خیانت ہو گی۔اور امانت میں خیانت کرنے والوں سے ضرور پوچھ گچھ کی جائے گی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تو اپنے بیٹوں سے وہ مال بھی لے لیا کرتے تھے جو انہوں نے خود کمایا ہوتا لیکن کمانے کا طریقہ ایسا ہوتا تھا جس کی وجہ سے لوگوں کو بات کرنے کا موقع ملنے کا شبہ ہوتا تھا۔اسی طرح اپنے بیٹوں سے وہ مال بھی لے لیتے تھے جو ان کو لوگ بغیر ضرورت کے دے دیتے تھے۔ یہ سارا مال لے کر بیت المال میں جمع کر دیتے تھے۔دور حاضر کے حکمرانوں کم از کم اتنا ضرور کرنا چاہیے کہ وہ ناجائز طریقے سے نہ خود اپنی ذات پر بیت المال کا پیشہ خرچ کریں اور نہ ہی اپنی اولاد اور رشتہ داروں پر بیت المال کا پیشہ خرچ کریں۔اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی بیویوں سے وہ چیزیں لے کر بیت المال میں جمع کرا دیا کرتے تھے جو چیزیں ان کو دوسرے ممالک سے بادشاہوں کی ملکہ نے بھیجے ہوتے تھے۔اور جو تحفے لوگ کی طرف سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیویوں کو دیے جاتے وہ تحفے حضرت عمر رضی اللہ عنہ واپس کر دیا کرتے تھے۔دور حاضر میں مسلم حکمرانوں اگر یہ کام نہیں کر سکتے تو کم از کم اتنا تو کر سکتے ہیں کہ بیت المال سے اپنی ذات اور اپنے رشتہ داروں پر خرچ نہ کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جب ان کے داماد نے بیت المال سے مال مانگا تو آپ رضی اللہ عنہ نے منع کر دیا اور پھر اپنے ذاتی مال سے ان کو عطا کیا۔دور حاضر کے حکمران اس سے بھی سبق حاصل کر سکتے ہیں کہ اپنے ذاتی مال سے جس کو جتنا چاہیں دے سکتے ہیں۔ لیکن بیت المال چونکہ ان کی اپنی ملکیت نہیں ہوتی،اس لیے بیت المال سے کسی کو اپنی مرضی سے کچھ بھی عطا نہیں کر سکتے۔

مصادر و مراجع

- Ahmad Tabri, Abu Jafar, Al-Riaz Al Nuzrah, Darul Kutab Al-Ilmia, Berot
- Ibn E Saad, Muhammad, Al-Tabqaat ul Kubra, Dar ul Kutab al Ilmia, Berot,
- Ibn Jaad, Ali, Al-Musnad, Dar ul Kutab Al Ilmia, Berot
- Abdul Razaq, Al-Musanaf, Dar ul Kutab Al Ilmia, Berot
- Ibn e Sheba, Al-Musanaf,Dar ul Fikr, Berot
- Behqi, Al-Sunan ul Kubra, Dar ul Kutab Al Ilmia, Berot
- Ibn Abi Dunia, Al-Mosoat ,Maktabat ul Asria, Berot
- Numeeri,Tareekh Madina, Dar ul Fikr, Berot
- Al-Bukhari, Al-Jama e Al-Saheeh, Dar e Sadir , Berot
- Ahmad Bin Hanbal, Al-Zuhd,Dar ul Ghad, Beroot